eISSN: 2073-3674
pISSN: 1991-7813

دلاور فگار کی شاعری میں سیاسی، سماجی، نفسیاتی اور تاریخی شعور

Political, Social, Psychological and Historical Consciousness in Dilawar Figar's Poetry

محمد فیاض اکبر، اسکالر پی۔ ایچ۔ ڈی، اردو، بہاالدین زکریا یونیورسٹی ملتان
Muhammad Fiyyaz Akbar, Scholar Ph.D, Dept. of Urdu, B.Z.U Multan
ڈاکٹر محمد ممتاز خان کلیانی، شعبہ اردو، بہاالدین زکریا یونیورسٹی ملتان
Dr. Muhammad Mumtaz Khan Kalyani, Dept. of Urdu, B.Z.U Multan

Abstract

Dilawar Fagaar is a famous comic poet of Urdu literature. He was born 8th July 1929, and died 21 January 1998 in Karachi. In this research article, I have tried to highlight the political, Social, Psychological and historical consciousness in the poetry of Dilawar Fagar. In this research article, I have used his primary books, books and critical books written on Dilawar Fagar.

Key Word: Comic, Political, Social, Psychological, Historical, Consciousness, Primary Critical

کلیدی الفاظ: نو تاریخیت، سٹیفن گرین بلاٹ، ادبی متن، تانیثیت، طاقتی ڈھانچے

ادب برائے ادب اور ادب برائے زندگی بحثیں اپنی جگہ لیکن یہ بات اپنی جگہ ایک حقیقت ہے کہ کوئی بھی ادیب یا شاعر اپنے ارد گرد کے حالات سے کٹ کر نہیں رہ سکتا وہ ضرور اپنے معاشرتی اور سیاسی حالات سے متاثر ہوتا ہے۔ وہ اپنے ملک کے لوگوں کے لیے سوچتا بھی ہے اور اپنے ملک میں رہنے والے محروم طبقے کی مسائل کو بھی اپنی تحریروں کا موضوع بناتا ہے۔

دلاور فگار چونکہ ایک مزاحیہ شاعر تھے وہ مزاحیہ انداز میں بات کرنے کا ہنر جانتے تھے۔ دلاور فگار طنزیہ اور مزاحیہ شاعری کی طرف آنے کے بارے میں لکھتے ہیں:

"کراچی میں میں نے جناب رئیس امروہی کے قطعات "جنگ" میں پڑھے اور جناب سید محمد جعفری کی نظمیں، پرانا کوٹ کلرک اور یو۔ این۔ او وغیرہ مختلف پرچوں میں پڑھیں دونوں اصحاب کے فن سے بہت متاثر ہوا اور سوچا کہ اب اپنے فن کو اسی انداز پر ڈھالنے کی کوشش کروں گا چنانچہ میں نے انیس صاحب کے ہر قطعہ کا گہرا مطالعہ کیا ان کے فن کے مزاج اور اس کی روح تک پہنچا پھر باقاعدہ طنز نگاری کو ایک فن کی طرح اختیار کیا۔"(۱)

رشوت ہمارے معاشرے کا ایک بہت بڑا ناسور ہے۔ اس سماجی برائی نے ہمارے میرٹ اور انصاف کے نظام کو بالکل تباہ کر دیا ہے اس کے ساتھ ساتھ ہمارے معاشرے کا غریب آدمی اس سماج میں جہاں کوئی بھی کام رشوت کے بغیر نہ ہوتا ہو اس کا کوئی پرسان حال نہیں جبکہ امیر اور طاقت ور آدمی کا ہر ناجائز کام بھی رشوت کی وجہ سے ہو جاتا ہے۔ اس بار میں دلاور فگار اپنے ایک قطعہ بہ عنوان "رشوت" میں لکھتے ہیں:

حاکم رشوت ستاں فکر گرفتاری نہ کر
کہ رہائی کی کوئی آسان صورت چھوٹ جا
میں بتاؤں تجھ کو تدبیر رہائی مجھ سے پوچھ لے
کہ رشوت پھنس گیا ہے دے کے رشوت چھوٹ جا(۲)

یہ قطعہ ہمارے آجکل کے سیاسی حالات کی بہت خوب ترجمانی کر رہا ہے۔

ہمارے معاشرے میں ہڑتالیں روز کا معمول ہیں سرکاری ملازمین سے لے کر طالب علموں تک اس کو اپنے مطالبات بنوانے کے لیے ہتھیار کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ ان ہڑتالوں کے نتیجے میں عام آدمی بہت متاثر ہوتا ہے۔

یہ بات روز ازل سے ایک حقیقت ہے کہ قصور وار ہمیشہ کمزور ہی بنتا ہے یہ بات ہمارے سماجی رویوں میں بھی نظر آتی ہے ہمارے معاشرے کی طاقت ور افراد کی ذہنیت کو دلاور فگار اپنے ایک قطعہ "بیل گاڑی" میں بیان کرتے ہیں:

اک بڑے افسر کو کل اک حادثہ پیش آگیا
بیل گاڑی لڑگئی صاحب کی موٹر کار سے
کار کی اسپیڈ تو زیرو تھی صاحب کے بقول

بیل گاڑی جا رہی تھی ساٹھ کی رفتار سے(۳)

انور مسعود دلاور فگار کے مزاح نگاری کے بارے میں لکھتے ہیں:

”دلاور فگار بہت باخبر مزاح نگار ہیں۔ اخبار کا مطالعہ بڑی باریک بینی سے کرتے ہیں جو خبر بھی اُن کے موج تخیل سے ٹکراتی شعر بن جاتی، دلاور فگار خبروں کے ڈھیر سے کوئی ایسی خبر ڈھونڈ نکالتے ہیں کہ پسلی پھڑک اُٹھے۔ نگاہ انتخاب کی اور پھر کسی دلچسپ خبر کو دلچسپ تر بنانے کے لیے وہ پوری توانائی بروئے کار لاتے ہیں اور اس میں عبرت نصیحت اور فراست کے کئی ایک دیرپا عناصر کشید کر لیتے ہیں۔“(۴)

دلاور فگار اپنے آپ کو مزاح نگار سے زیادہ طنز نگار کہتے ہیں۔ ان کی شاعری میں سماجی اور سیاسی حالات پر طنز پایا جاتا ہے۔ ہمارے ملک میں معیشت اور لسانیت شروع سے ہی ہمارے مسائل میں سر فہرست رہے ہیں ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

ملک اور قوم میں لازم تو نہیں یک رنگی
ایک جغرافیہ داں کا یہ خیال اچھا ہے
دور کیوں جانے ہو خود اپنے وطن کو دیکھو
قوم کا حال برا، ملک کا حال اچھا ہے(۵)

ہمارے سماج میں یہ بات بھی ایک اٹل حقیقت ہے کہ ہمارے تعلیمی نظام کا معیار دن بدن گرتا جارہا ہے ہمارے ہاں علم حاصل کرنے کی بجائے گریڈز اور نمبرز زیادہ سے زیادہ حاصل کرنے کی دوڑ شروع ہو چکی ہے۔ اس صورتحال میں علم حاصل کرنے کی چاہت ختم ہو چکی ہے ایسی ہی صورتحال کو دلاور فگار اپنے قطعے ”انڈے کی قوم“ میں بیان کرتے ہیں:

طالبان علم کی نالج کو کیا کہیے فگار
عدن پڑھتے ہیں عدن کو روم کہتے ہیں روم
ایک علامہ نے اظہار لیاقت یوں کیا ملت بیضا کے
معنی لکھ دیئے انڈے کی قوم(۶)

مزاح نگار کی یہ خوبی ہوتی ہے کہ وہ تلخ سچائیوں کو لطیف پیرائے میں بیان کرے بظاہر یوں لگے کہ بات بنے ہنسانے کے لیے کی گئی ہے لیکن غور کرنے پر محسوس ہو کہ تیر کس طرح نشانے پر لگا ہے۔

ایک انٹرویو میں گلزار جاوید صاحب نے دلاور فگار سے پوچھا کہ سنجیدہ شاعری میں بات بین السطور کی جاتی ہے۔ جب کہ مزاح میں تیر نشانے پر لگانا ضروری تصور کیا جاتا ہے۔ آپ کے نزدیک کون سا طریقہ زیادہ بہتر ہے فگار صاحب بولے:

"نہیں صاحب مجھے اختلاف ہے سنجیدہ شاعری ہو یا مزاحیہ شاعری دونوں میدانوں میں تیر Indirectly ہی چلانا پڑتا ہے۔ ورنہ پھر ادب اور عام گفتگو میں فرق کیا رہ جائے گا، ہم کو بات کہنے کا سلیقہ آنا چاہیے۔" (۷)

دلاور فگار نے ہمارے ملک کے سیاستدانوں اور رہنماؤں پر جگہ جگہ اپنے کلام میں چوٹ کی ہے ہمارے ہاں سیاست کو منافقت فریب، جھوٹ اور دھوکہ دہی کے معنوں میں سمجھا جاتا ہے اس کلچر کو پروان چڑھانے میں ہمارے سیاستدانوں کا کردار بہت اہم ہے اس کے ساتھ ساتھ ایسے لیڈر حضرات جو کہ قوم کو خواب غفلت سے جگانے کا دعویٰ کرتے ہیں ان کے بارے میں فگار لکھتے ہیں:

یہ رہبر ان ملک جو خود محو خواب ہیں
بیدار کر رہے ہیں کچھ اس طرح قوم کو
جس طرح رات کو کوئی خوابیدہ پاسباں
براتے ہیں یہ کہنے لگے "جاگتے رہو"(۸)

یہ بات اپنی جگہ سچ ہے کہ ہم میں سے اکثریت اسلام کو صرف چند رسومات کا مذہب سمجھتی ہے یہ لوگ صرف عہد، شب برات اور دوسری چند رسومات میں حصہ ڈال کر خود کو بری الذمہ سمجھتے ہیں ایسے لوگ ہمارے وہ معاشرے میں کثرت سے پائے جاتے ہیں فگار ایسے لوگوں کے بارے میں لکھتے ہیں:

اگر چہ پورا مسلمان تو نہیں لیکن میں
اپنے دین سے رشتہ تو جوڑ سکتا ہوں
نماز وروزہ و حج وزکوٰۃ کچھ نہ سہی
شب برات پٹاخہ تو چھوڑ سکتا ہوں(۹)

ہمارے ہاں تیسری دنیا کے ممالک میں تقدیر اور مقدر پر ہر چیز ڈال دی جاتی ہے اپنے حصے کی محنت کیے بغیر مقدر کو قصوروار ٹھہرایا جاتا ہے یہ بات ہمارے ملک میں عام ہے ہمارے معاشرے میں اگر ڈرائیور کی غلطی کی وجہ سے نقصان ہو جائے تو اس کو بھی مقدر کے

کھاتے میں ڈال دیا جاتا ہے دراصل ہر معاشرے کی اپنی اپنی سائیکی ہوتی ہے وہ اسی کے مطابق چلتا ہے اسی طرح کی صورت حال کو فگار بیان کرتے ہیں:

ڈرائیور کی خطا ہے نہ گارڈ کی تقصیر
ٹرین خود سبب حادثات ہوتی ہے
کوئی پہنچ گئی منزل پر کوئی لیٹ گئی
یہ گاڑیوں کے مقدر کی بات ہوتی ہے(۱۰)

دلاور فگار نے بہت سے معاشرتی مسائل کو اپنی شاعری میں سمویا ہے، ہمارے معاشرے میں اکثر ضرورت رشتہ کے اشتہار اخبارات میں دیئے جاتے ہیں اس کے علاوہ رشتہ کرنے والے افراد کے لیے ہدایت نامہ بھی دیا جاتا ہے کہ ہمیں ان خصوصیات کا مالک بندہ چاہیے۔ یا لڑکی چاہیے ایسی ہی صورتحال کو دلاور فگار اپنی ایک نظم ضرورت رشتہ میں مزاحیہ اور طنزیہ انداز میں یوں پیش کرتے ہیں:

ایک لڑکا ہے اصل النسل عالی خاندان
عمر سے لڑکے کی ففٹی سکسٹی کے درمیان
عالموں کے سات رہ کر وہ بھی چید ہو گیا
پہلے جانے کیا تھا رفتہ رفتہ سید ہو گیا

آگے لکھتے ہیں:

لڑکی میکے میں قیام مستقل فرمائے گی
حال میں دو چار دن سسرال بھی آجائے گی
لڑکی اپنے ساتھ لائے کم سے کم دولاکھ کیش
تا کہ لڑکا بعد شادی کر سکے آرام و عیش(۱۱)

مزاح نگاری تلوار کی دھار پر چلنے کے مترادف ہے لیکن دلاور فگار نے یہ کام بہ خوبی انجام دیا ان کا کمال یہ ہے کہ انہوں نے مزاح کے ساتھ ساتھ شائستگی کو بھی برقرار رکھا یہی ایک اچھے ادیب کی پہچان ہوتی ہے۔

دلاور فگار صحیح معنوں میں اپنے معاشرے کے نقاد تھے، معاشرے میں موجود برائیوں اور اخلاقی زوال کو اجاگر کرتے تھے۔ دلاور فگار معاشرے کی تلخ حقیقتوں کو اپنی شاعری میں بیان کرتے ہیں مگر ادب کے دائرے میں اور مزاحیہ اور طنزیہ انداز میں۔

ہمارے ملک میں قبضہ مافیا کا راج ہر جگہ ہے اور وہ کوئی بھی جگہ نہیں چھوڑتے چاہے وہ قبرستان ہی کیوں نہ ہو، غریب آدمی کو شہروں میں دفن ہونے کی جگہ بھی مشکل سے ملتی ہے اور امیروں اور سرمایہ داروں کے کتوں کے لیے بھی الگ سے کوٹھیاں بنائی جاتی ہیں اسی سماجی ناہمواری کو فگار اپنی نظم "کراچی کا قبرستان" میں بیان کرتے ہیں:

اے کراچی ملک پاکستان کے شہر جس
مرنے والوں کو جہاں ملتی نہیں دو گز زمیں
قبر کا ملنا ہی ہے اول تو اک ٹیڑھا سوال
اور اگر مل جائے تو اس پر دخل ملنا ہے محال
ہے یہی صورت تو اک ایسا بھی دن آجائے گا
آنے والا دور مُردوں پر مصیبت ڈھائے گا
مردماں بیسار ہوں گے جائے قبر تنگ
قبر کی تقسیم پر مردوں میں چھڑ جائے گی جنگ
سیٹ قبرستان میں پہلے وہ مر دے جائیں گے
جو کسی منسٹر کی سفارش لائیں گے
کے ڈی اے اب مرنے والوں سے کرے یہ التماس
آپ کو مرنا ہے تو پہلے سے نوٹس دیجئے
یعنی جرم انتقال ناگہاں مت کیجئے(۱۲)

انور سدید دلاور فگار کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

> "دلاور فگار طنز و مزاح نگار تھے، ان کی زد میں معاشرے کی ناہمواریاں آتیں تو ان کی آنکھ محدب شیشہ بن جاتی۔ وہ ان ناہمواریوں پر مزاح آرائی تو بظاہر معاشرے کے درہم برہم ہو جانے کا خطرہ پیدا ہو جاتا، لیکن معاشرہ منتشر نہ ہوتا بلکہ اپنے عیوب پر نظر لگانے کی کوشش کرتا۔ دلاور فگار معاشرتی ناہمواری کے ساتھ چپکے ہوئے صدہا عیوب کو بڑے بے ساختگی اور بڑی سچائی سے بے نقاب کرتے چلے جاتے تھے۔"(۱۳)

مغربی تہذیب کی نقالی کرنا بھی ہمارے غلام برصغیر پاک وہند کے نام ونہاد پڑھے لکھے اور جاگیر داروں کا محبوب مشغلہ تھا ایسی صورت حال صورتحال پر دلاور فگار نے ایک نظم بہ عنوان "بال ڈانس" لکھی۔

جس طرح مغربی تہذیب میں ایک دوسرے کی خواتین کے ساتھ ڈانس کرنا معیوب نہیں سمجھا جاتا ویسے ہی ہمارے ہاں بھی رواج پا گیا اس نظم کے چند اشعار ہیں کچھ اس طرح لکھتے ہیں:

اتنی شراب پی کہ خدا کو بھی بھول جا
تھا رقص میں یہ حال مسز افتخار کا
بہلا رہی تھیں دل کسی امید وار کا
گھر ہر یہ حال شوہر اختر شمار کا
دامن پکڑ لیا تھا شب انتظار کا (۱۴)

انور سدید دلاور فگار کی شاعری کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"دلاور فگار جب معاشرے کی ناہمواریوں کو مزاح میں لیتے ہیں تو معمولی بات غیر معمولی نظر آنے لگتی اور رائی جتنی ہے۔ اعتدالی بھی ماونٹ ایورسٹ کی طرح ایستادہ ہو کر حضرت انسان کا منہ چڑانے اور اُسے شرمندہ کرنے لگی ہے۔"(۱۵)

دلاور فگار اپنے ارد گرد پیش آنے والے چھوٹے چھوٹے واقعات کو بھی اپنی شاعری کا موضوع بنا دیتے ہیں، دراصل یہ چھوٹے واقعات ہمارے معاشرے کے روپ کا ایک حصہ ہیں اس طرح کے ایک واقعے جس میں ایک زمیندار نے ایک گدھے کو قتل کر دیا محض اس وجہ سے کہ وہ اس کے کھیت میں داخل ہو گیا تھا ہم آج بھی اپنے وطن عزیز میں آئے روز اس طرح کے واقعات سنتے ہیں۔ دلاور فگار ایک نظم جس کا عنوان بھی "گدھے کا قتل" کے اشعار ہیں:

یہ بھی معلوم کیا جائے بہ تحقیق تمام
کس لیے قتل ہوا ہے یہ خر گل اندام
کہیں یہ قتل سیاست کا نتیجہ تو نہیں
مرنے والا کسی لیڈر کا بھتیجا تو نہیں
کہیں اس قتل کے پیچھے کوئی سازش تو نہیں
کہیں یہ کیمونسٹوں کی نوازش تو نہیں(۱۶)

دلاور فگار کی شاعری کا ایک نمایاں پہلو ہمارے ملک کی سیاست اور سیاست دان بھی ہیں ان کے وعدوں اور دعوؤں کو وہ اپنی شاعری کا حصہ بناتے ہیں اور ان کی نالائقیوں پر

طنز کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں اپنی ایک نظم "ایک گدھا میدان سیاست" میں وہ ہمارے راہنماؤں کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہیں:

یہ شہر شہر لوٹ ، خرابی یہ گاؤں گاؤں
ناسور پڑ گئے ہیں کلیجے میں کیا بتاؤں
شہری ہوں جس میں ایک یہاں وہ سٹی نہیں
یونٹ تو ایک ہی ہے مگر یونٹی نہیں
میں نے کہا، جلوس میں شرکت کرے گا کون
تم جیسے رہبروں کی حمایت کرے گا کون
کہنے لگا کہ یاد مجھے گالیاں تو ہیں
کچھ بے وقوف ساتھ ہیں کچھ لاٹھیاں تو ہیں
پیسہ تو پاس ہے جو بہرطور چاہیے
ایک رہنمائے قوم کیا اور چاہیے(۱۷)

دلاور فگار نے معاشرتی ناہمواریوں پر اصلاح کے انداز میں طنز کیا ہے۔ دلاور فگار کے حوالے سے انور سدید رقمطراز ہیں:

"وہ ناہمواریوں کو قلم کی نوک پر اس طرح لاتے ہیں کہ پورا معاشرہ مسکرانے لگتا، اسے ناہموار ی نظر آجاتی لیکن جب مسکراہٹ پیدا ہوتی تو معاشرے کو تازہ آکسیجن مل جاتی۔"(۱۸)

ہمارے ملک کا المیہ یہی ہے کہ یہاں صرف پیسے والا انسان کامیاب ہو سکتا ہے۔ دلاور نگار ایسے طنزیہ ومزاحیہ شاعر ہیں جو کہ بات کہنے کا ہنر خوب جانتے ہیں۔ ان کو عوام کے مسائل سے خاص دلچسپی تھی اسی طرح ہمارے ہاں دو طرز فکر جو ۷۰ کی دہائی میں بڑے زور وشور سے ایک دوسرے کے نظر ثانی مخالف تھے ان کے بارے میں اور عام آدمی کے مسائل کو اپنی ایک غزل میں بڑی خوبصورتی سے بیان کرتے ہیں:

وطن والو! یہ مصنوعی گرانی دیکھتے جاؤ
کہ سستا ہے لہو ، مہنگا ہے پانی دیکھتے جاؤ
یہ رنگ و نسل کا چکر ، یہ سرخ و سبز کا ٹکر
بلاؤں پر بلائیں آسانی دیکھتے جاؤ
جنہیں روٹی نہیں ملتی وہ دس بچوں کے باپ ہیں
یہ افلاس اور یہ جوش جوانی دیکھتے جاؤ

ہر اک والد یہاں مثل مصور ہم کو کہتا ہے
کہ بعد نقش اول، نقش ثانی، دیکھتے جاؤ
جو شے جس کے لیے جنت کو ٹھکرایا تھا آدم نے
وہ شے پھر ہو گئی خُلا آشیانی دیکھتے جاؤ
غریبوں کے لیے جھگی امیروں کے لیے کوٹھی
مگر مارے گئے ہم درمیانی دیکھتے جاؤ
تم اس شاعر کی آشفتہ بیانی دیکھتے جاؤ(۱۹)

اپنی اس غزل میں دلاور فگار نے عوام کے مسائل کا بالکل درست انداز میں نوحہ بیان کیا ہے۔ اس کے ساتھ ہمارے سماجی مسائل جن کی وجہ سے ہم آپس میں دست و گریباں ہیں ان کا بھی احاطہ کیا ہے۔ دلاور فگار اپنی شاعری اور اس کے موضوعات کے بارے میں لکھتے ہیں:

"ایک بات اور میرا اسار اطنز ادبی اور سماجی ہے۔ یہ نہ ذاتی ہے نہ سیاسی، کبھی کبھی کسی اخبار میں میری نظمیں ضرور شائع ہوتی ہیں۔ اور الیکشن کے بارے میں نظمیں بھی کہہ دی ہیں مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ میرا کوئی سیاسی نظریہ ہے یا میں سیاسی شاعر ہوں، میں صرف ادبی شاعر ہی ہوں میرا سیاست سے تعلق تھا نہ ہے اور نہ ہو سکتا ہے، میرا نظریہ اسلامی و آفاقی ہے کیونکہ اسلام خود ایک آفاقی مذہب ہے، ادب اور اس کی آفاقی قدریں مجھے عزیز ہیں۔"(۲۰)

فگار صاحب کی یہ بات اپنی جگہ درست ہے کہ ان کی کسی سیاسی جماعت سے کوئی وابستگی نہ ہے لیکن سیاسی نظریے کہ ساتھ وابستگی اور سیاسی شعور ہونے میں بڑا فرق ہے، دلاور فگار کی شاعری میں ہمیں جگہ جگہ سیاسی شعور کی جھلک نظر آتی ہے اس کے علاوہ انہوں نے یہ بات اس وقت کہی جب ملک پر آمریت مسلط تھی۔

دلاور فگار جہاں عوام کے مسائل کو اجاگر کرتے ہیں وہاں ان کا دل مسلمانوں کے آپس میں اختلاف اور فرقہ واریت کے حوالے سے بھی کڑھتا ہے۔ ایک نظم "مسلمانان عالم سے" میں لکھتے ہیں:

اے مسلمانان عالم متحد ہو جایئے
جملہ اقوام جہاں سے منفرد ہو جایئے
دیر کے سارے مسلمان آج مل جائیں گے

جمع ہو جائیں سبھی اسلام کے پرچم تلے
آخری صورت یہی ہے کامرانی کے لیے
ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے
چار چیزیں ہوں تو بر آئے مسلمان کی مراد
اعتقاد و اعتماد دو اتفاق و اتحاد
اے مسلمانان عالم ، اے جانثاران رسولؐ
اپنی ساری قوتوں کو اک جگہ کر دیجئے پول
یا تو مثل ماہ و انجم متحد ہو جایئے
صورت قطبین یا پھر منجمد ہو جایئے
جب کوئی سختی پڑے تو خود بھی کڑکے ہو جایئے
آپ تو ایٹ ایز ہیں، سیدھے کھڑے ہو جایئے(۲۱)

دلاور فگار طنز اور مزاح کا فرق بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ظرافت، طنز اور مزاح کے درمیان تفریق ہے اور ان اسالیب کی تعریف کرنا بھی آسان نہیں، ظرافت کا کوئی مقصد نہیں ہوتا بجز اس کے ظریفانہ کلام سن کر سامع ہنسے اور خوش ہو۔ تندرستی کے لیے یہ شاعری مفید ہے۔ مزاحیہ شاعری کے ساتھ طنز ہونا بھی ضروری ہے۔ گویا طنز و مزاح لازم و ملزوم ہیں، شاعری کے بغیر مزاح کے صرف طنزیہ ہو تو یہ کونین کی کڑوی گولی کی طرح تلخ ہو جائے گی۔"(۲۲)

جھوٹ ہمارے سماج کی ایک بڑی لعنت ہے اس اخلاقی اور سماجی برائی نے ہمارے معاشرے میں بہت خرابی پیدا کی ہے۔ ہمارے ہاں جھوٹے مقدمات اور جھوٹی گواہیوں نے عدالتوں میں حقداروں کے لیے بہت مشکل پیدا کر دی ہے اس کے علاوہ ہمارا ایک دوسرے پر اعتماد ختم کر دیا ہے۔ ہمارے ہاں اکثریت جھوٹ کا سہارا لے کر کاروبار اور لین دین کرتے ہیں۔ اس بارے میں دلاور فگار نظم "جھوٹ" میں لکھتے ہیں:

جھوٹ اپنی زندگی میں جب سے شامل ہو گیا
زندگی شکل ہی تھی مرنا بھی مشکل ہو گیا
نفسیاتی طور پر اب ہر مسلمان ہے علیل
رسم قربانی ہے باقی اٹھ گیا عشق خلیل
سچ بنادیتی ہے جھوٹے کیس کو جھوٹی دلیل

ایک جھوٹا دوسرے جھوٹے کو کرتا ہے وکیل
کیس جھوٹا، مدعی جھوٹا، عدالت کیا کرے
لائیر لائیر بنے خالی وکالت کیا کرے
اب نہ وہ اطلس نہ وہ کمخواب دل آرام ہے
آج کپڑے کو دیکھو اس پر جھوٹا کام ہے
وہ بھی جھوٹے ہیں جو کہتے ہیں ہم جھوٹے نہیں
اور ہم ان کے مخالف ان سے کم جھوٹے نہیں (۲۳)

افواج پاکستان ہمارے ملک کا ایک اہم ادارہ ہے لیکن اس ادارے کو سیاست میں مداخلت نہیں کرنی چاہیے اسی حوالے سے دلاور فگار لکھتے ہیں:

ہماری فوج سیاست میں کیوں ہو آلودہ
کہ فیلڈ ہی میں ان کے پاک مقصد کے
دفاع ملک سنبھالیں ہماری پاک افواج
یہ محافظین ہیں ہم نظریوں کی سرحد کے (۲۴)

دلاور فگار عوامی شاعر ہیں اس لیے وہ اپنے قطعوں میں عوام کے روز مرہ کے مسائل کو موضوع بناتے ہیں۔ ہمارے معاشرے میں موجود بہت سے اخلاقی برائیوں میں سے ایک ہمارا تجاوزات قائم کرنے کا مائنڈ سیٹ ہے ہمارا یہ من حیث القوم سماجی رویہ ہے کہ ہم تھوڑی جگہ ہر اپنی دوکان بناتے ہیں اور آگے بازار میں سامان رکھ کر بیٹھ جاتے اور آنے جانے والوں کے لیے راستہ بند ہو جاتا ہے۔ اسی سماجی رویے کے بارے میں دلاور فگار اپنے ایک قطعہ میں لکھتے ہیں:

تجاوزات کا عالم یہ ہے کراچی میں
کہ راہگیروں کو اک روڈ تک نہیں ملتی
یہاں سڑک پر ہر ایک چیز ملتی ہے لیکن
سڑک کو ڈھونڈ رہا ہوں سڑک نہیں ملتی (۲۵)

سرفراز شاہد دلاور فگار کی شاعری کے موضوعات کے بارے میں لکھتے ہیں:

”سماجی اور قومی مسائل پر بہت کچھ کہا اور خوب کہا ہے، روز مرہ کے موضوعات کے علاوہ ادبی موضوعات پر بھی بے شمار نظمیں لکھیں ہیں،

علاوہ ازیں انہوں نے لاتعداد قطعات بھی لکھے ہیں جن میں شگفتہ انداز میں روزمرہ زندگی کی نمایاں جھلک نظر آتی ہے۔"(۲۶)

وطن عزیز میں جہاں بہت ساری سماجی خامیاں ہیں وہاں ایک بہت بڑی برائی ملاوٹ ہے ہمارے ہاں ڈھونڈنے سے بھی خالص چیز نہیں ملتی ہمارے بازاروں میں چھوٹی موٹی چیز سے لے کر کوئی بھی شئے خالص ملنا محال ہے۔ بدقسمتی سے یہ سب کچھ وہاں ہو رہا ہے جہاں ۹۰ فیصد زائد مسلم آبادی ہے جبکہ اس کے برعکس مغربی ممالک میں اس کے بالکل الٹ ہے وہاں آپ کو جو چیز بتائی جائے گی وہی آپ کو ملے گی بغیر ملاوٹ کے ہماری اس سماجی برائی کو دلاور فگار اپنی نظم بہ عنوان "ملاوٹ" میں بیان کرتے ہیں:

دور آمیزش ہے کوئی چیز ہی خالص نہیں
تیل مصنوعی، بڑا پیور، گھی خالص نہیں
جانور تو جانور آدمی خالص نہیں
میں ہی کیا خالص نہیں ہوں، آپ کی بھی خالص نہیں
اس ملاوٹ کا برا ہو آدمی کے چکر میں ہے
موبل آئل پیٹ میں ہے، وہا مٹ آئل سر میں سے
دور آمیزش سے پہلے تھا فقط گھی ڈالڈا
اب ہر شئے وہ مہنگی ہو کہ سستی ڈالڈا(۲۷)

دلاور فگار نے معاشرتی مسائل کو بڑی خوبصورتی سے طنزیہ انداز میں اُجاگر کیا ہے۔ اس بارے میں انور سدید لکھتے ہیں کہ:

"معاشرتی مسائل سنگین ہو گئے تھے، کراچی میں جو قدریں عام ہو چکیں تھیں وہ ان پر عدم طمانیت کا اظہار کرتے اور اپنی ذہنی آسودگی کو برقرار رکھنے کے لیے بے حد نازک موضوعات پر نظمیں اور غزلیں لکھتے۔"(۲۸)

ہمارے ہاں کھانے پینے کی اشیاء سے لے کر ہر شئے میں ملاوٹ کی برائی در آئی ہے۔ ہمارا معاشرہ اپنے ہی آنے والی نسلوں کے ساتھ ظلم کر رہا ہے۔

دلاور فگار خود کو ایک سماجی اور ادبی شاعر کہتے ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ ان کی طنزیہ شاعری کا ایک بڑا موضوع سیاست اور سیاست دان ہیں ان کے اندر سیاسی شعور پایا جاتا ہے۔ اپنی دو نظموں "دو سیاست دان" اور "پیشین گویاں" ہیں۔ وہ اس حوالے سے لکھتے ہیں:

ہوئے تھے ایک جگہ جمع دو سیاست داں
تبادلہ نظریوں کا ہو رہا تھا وہاں
کہا یہ دوسرے لیڈر سے پہلے لیڈر نے
صلہ عوام کی خدمت کا کیا ہو کیسا ہو
متاع و مال ہو ، اعزاز ہو کہ پیسا ہو
مرے لیے مری خدمات کا صلہ ہے یہی
عوام میری قیامت کا اعتراف کریں
کہا یہ دوسرے لیڈر نے سچ کہا بھائی
یہاں صلہ کی توقع ہے وجہ رسوائی
سپاس نامہ سے بڑھ کر نہیں کوئی انعام
پھر ایک لمحہ کو کچھ سوچ کر وہ کہنے لگا
ہر فلسفہ تو حسین ہے مگر میرے محسن
حصول شکر گزاری بھی ہے جبھی ممکن
کہ ہم عوام کی خدمت سے دست کش ہو جائیں
پھر اک لمحہ کو دونوں عظیم راہ نما
نگاہ یاس سے ایک دوسرے کو تکتے رہے(۲۹)

ہمارے ملک میں عوامی سفر کی سواری پر بہت سی مزاحیہ تن یہ نظمیں لکھی گئی ہیں یہ جہاں مزاح پیدا کرنے کے سبب ہوتی ہیں وہاں یہ ہماری عوام کی حالت زار کو بھی بیان کرتی ہیں کہ کس طرح سے ایک عام آدمی ذلیل ہوتا ہے اسی موضوع پر دلاور فگار کی ایک نظم ''کراچی کی بس'' بھی ہے۔ اس کے کچھ قطعات ملاحظہ ہوں:

بس میں لٹک رہا تھا کوئی ہار کی طرح
کوئی پڑا تھا سا یہ دیوار کی طرح
سہما ہوا تھا کوئی گناہ گار کی طرح
کوئی پھنسا تھا مرغ گرفتار کی طرح
محروم ہو گیا تھا کوئی ایک پاؤں سے
جو تا بدل گیا تھا کسی کا کھڑاؤں سے
کوئی پکار تا تھا مری جیب کٹ گئی
کوئی کہتا تھا میری نئی پینٹ پھٹ گئی

بس میں تمام پر دوں کی دیوار ہٹ گئی
ریش سفید زلف سیاہ سے لپٹ گئی
کنڈ کٹر اب یہ کہتا تھا وہ بس چلائے کیوں
جو بس میں آگیا ہے کرے ہائے ہائے کیوں
جس کو ہو جاں عزیز مری بس میں آئے کیوں
ایسے گلبدن تھے تو پیسے بچائے کیوں
یہ بس جو اواقعی تھی کئی سال سے علیل
مشکل سے ایک گھنٹے میں چلتی تھی چار میل
مالک نے بھی یہ سوچ کر دے دی تھی اس کو ڈھیل
اب اس کی زندگی کے ہیں لمحے بہت قلیل (۳۰)

دلاور فگار سیاست دانوں پر طنز کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے اپنی ایک نظم "دنیا چڑیا گھر میں" بھی وہ سیاست دانوں کے اوپر چوٹ کرتے ہیں اسکے چند اشعار کچھ اس طرح ہیں:

اے رئیس بلدیہ رائے حاکم عالی مقام
اپنے چڑیا گھر سے کچھ چیزیں ہمیں دیجئے
ان کے بدلے جتنے ہاتھی چاہیں لے لیجئے
ایسے موقع پر مناسب ہے یہ سیدھا سا جواب
آپ کی خدمت ہماری قومی ہے جناب
لیکن اپنے پاس جو لیڈر ہیں وہ نایاب ہیں
آجکل ان کے نظارے بھی خیال و خواب ہیں
اس لیے تعمیل فرمائش سے ہم معذور ہیں
ہاں ہمارے پاس کچھ بندر ہیں کچھ لنگور ہیں (۳۱)

بے تحاشہ آبادی میں اضافہ اور وسائل کی کمی ہمارے معاشرے کا ایک اہم مسئلہ ہے اس کی روک تھام کے لیے حکومت نے اقدامات کرتی ہیں لیکن یا تو ان اقدامات کو ہنسی مذاق میں اڑا دیا جاتا ہے یا پھر مذہب کو اس کے خلاف استعمال کیا جاتا ہے لیکن اس کے اثرات کے بارے میں کوئی سنجیدہ گفتگو نہیں کی جاتی۔

اس بارے میں دلاور فگار ایک نظم "اولاد کا پرمٹ" میں لکھتے ہیں:

ملک میں بچوں کی کھیتی ہو رہی ہے آجکل
اہر تخلیق ہے اس ملک کا ہر نیشنل
مختلف رہر وہیں لیکن ایک ہے راہ عمل
کوئی سنگل بچہ پیدا کر تا ہے کوئی ڈبل
چونکہ پاکستان کی مٹی بہت زرخیز ہے
اس لیے رفتار پیدائش بھی خاصی تیز ہے
گو حکومت کر رہی ہے اس مرض کی روک تھام
لیکن اک تنہا حکومت سے نہیں ہو گا یہ کام
اس طرح صرف ایک منصوبہ ادھر لاکھوں عوام
کیا کرے سائیس گھوڑے ہوں اگر بے لگام
عقل سے محروم ہوں جب قوم کے بوڑھے بڑے
کیسے ایسے والد وں سے کیا کوئی کشتی لڑے(۳۲)

دلاور فگار نے علامہ اقبال کی نظم "شکوہ" اور "جواب شکوہ" کی طرز پر ایک نظم "شاعر کا کے ڈی اے سے شکوہ" لکھی جس میں ہمارے ہر سرکاری محکمے کی طرح کے ڈے اے کو خواب غفلت سے جگانے کی کوشش کی گئی ہے اس نظم میں جہاں کے۔ڈی۔اے کی انتظامیہ کی نااہلی کا ذکر ہے۔وہاں ہمارے معاشرے کے سماجی رویوں کا احاطہ بھی کیا گیا ہے کہ کس طرح لوگ ٹیکس ادا نہیں کرتے اور ٹیکس بچانے کے لیے ہزاروں جتن کرتے ہیں لیکن سہولیات ان کو پوری چاہئیں، چاہے پانی ہو گیس ہو یا بجلی ٹیکس چوری اس کے علاوہ بجلی کا بل نہ دینا اس سماجی رویے نے ہمارے ملک کو قرضے لینے پر مجبور کر دیا ہے، نظم کے چند اشعار اس طرح ہیں:

کے ڈی اے تجھ سے گلہ کرنے پر مجبور ہیں ہم
نالہ آتا ہے اگر لب پہ تو معذور ہیں ہم
گھر سے محروم ہیں، پانی سے بہت دور ہیں ہم
ایک مدت سے کراچی میں بدستور ہیں ہم
کون کہتا ہے کہ نیچر ہے کراچی میں بخیل
کون کہتا ہے قدرت کے وسائل ہیں قلیل
اک طرف بحر عرب دوسری طرف اک جھیل

پھر بھی پانی کی یہاں رہتی ہے اکثر تعطیل

اس نظم کے دوسرے حصے "جواب شکوہ" کے اشعار اس طرح ہیں:

تم کہ پیمنٹ سے کرتے ہو ہمیشہ انکار
چاہتے ہو کہ پانی تمہیں مل جائے ادھار
کبھی ارباب حکومت کو یہ دے دیتے ہو تار
کے ڈی اے والوں کی صورت سے ہے پبلک بے
زار
تم کو اس بات کا افسوس نہیں ہے احساس
ہے تمہارے ہی تعاون پر ترقی کی اساس
تم اگر قسط نہیں دو گے تو یہ کس کا ہے لاس
کوئی قارون کا خزانہ تو نہیں اپنے پاس(۳۳)

دلاور فگار کو اپنے وطن سے ہر محب وطن کی طرح محبت تھی، ہر محب وطن کی طرح وہ بھی یہ چاہتے تھے کہ یہاں سیاسی استحکام ہو ملک ترقی کرے ہمارے سیاست دان اور راہ نما اس ملک سے مخلص ہو جائیں انہوں نے "جشن کا دن" کے عنوان سے نظم لکھی اس کے چند اشعار میں دردمندی کا اظہار کیا ہے:

برادران وطن! اس خوشی کے موقع پر
جو ناگوار نہ گزرے تو ایک بات کہوں
سن بلوغ کو پہنچائے اب ہمارا ملک
تو پھر ہماری طبیعت میں ہے یہ بچپن کیوں
حریف چاند پہ پہنچے بزور دانائی
ہمارا مرغ سیاست ہے اور کڑوں کوں
نہ دوستی نہ محبت، نہ سادگی نہ خلوص
وہی نفاق، وہی اختلاف روز افزوں(۳۴)

دلاور فگار کی ظریفانہ شاعری کے حوالے سے کلیم اختر اپنی کتاب "جہان ظرافت" میں لکھتے ہیں:

"دلاور فگار کی نظمیں عموماً گلوبل ہوتی ہیں لیکن پڑھتے ہوئے ذہن پر گراں نہیں گزرتیں اور قافیہ بھی بھرتی کا محسوس نہیں ہوتا بلکہ پڑھنے

والا مسکراتے ہوئے پڑھتا چلا جاتا ہے جن میں انہوں نے بہت سے
مسائل کا ذکر کیا ہے۔" (۳۵)

فرقہ واریت اور دہشت گردی ہمارے معاشرے کا ایک بہت بڑا ناسور ہے۔ یہ شدت پسندی ہمارے معاشرے کو زنگ کی طرح کھائے جا رہی ہے۔ ہمارے سماج کے اس ناسور کے بارے میں دلاور فگار ایک قطعہ میں لکھتے ہیں:

جو یونہی خون بہے گا نمازیوں کا یہاں
تو کیوں رہے گی مری پاک سرزمین محفوظ (۳۶)

ہمارے ملک کا جہاں ایک بڑا مسئلہ بے روزگاری ہے وہاں اس کی بڑی وجہ بے عملی بھی ہے لوگ اپنا کام کرنے کی بجائے ملازمت حاصل کرنے کو ترجیح دیتے ہیں۔ کیونکہ ان کے ذہن میں یہ بات سمائی ہوئی ہے کہ سرکاری نوکری حاصل کرنے کے بعد کام کریں یا نہ کریں تنخواہ آتی رہے گی۔ ہمارے نوجوان ہنر حاصل کرنے یا پھر اپنا کوئی چھوٹا سا کاروبار کرنے کو ہتک سمجھتے ہیں۔ اس بارے میں دلاور فگار لکھتے ہیں:

اے نوجوان بے عمل
مایوس کیوں ہے آجکل
سروس نہیں ملتی تجھے
سروس پر لعنت بھیج دے

نظم میں آگے لکھتے ہیں:

ہو جا الیکشن میں کھڑا
بن جا سیاسی راہنما
قومی نمائندہ ہے تو
تقدیر آئندہ ہے تو
نعرہ لگانا سیکھ لے
الو بنانا سیکھ لے (۳۷)

ڈاکٹر تحسین فراقی، دلاور فگار کے مزاح پیدا کرنے کے حربوں کے بارے میں لکھتے ہیں:

"دلاور فگار نے مزاح کے تمام معروف حربے برتے۔ لفظی مزاح
سے لے کر نغمیں تحریک اور صورت واقعہ سے مزاح پیدا کرنے کی

صورتیں ان کے یہاں جلوہ گر ہیں۔ ان قوت متخیلّہ بھی عمدہ اور بالیدہ
تھی۔ وہ بات سے بات پیدا کرنے کا فن خوب جانتے تھے۔"(۳۸)

سیاسی نظام میں الیکشن کا موقع بڑی اہمیت کا حامل ہوتا ہے کیونکہ یہی وہ موقع ہوتا ہے جب سیاست دان عوام کے پاس جاتے ہیں ورگرنہ جیتنے کے بعد تو یہ لوگ پہچاننے سے بھی انکار کر دیتے ہیں۔ الیکشن کے دوران ووٹر شش و پنج میں پڑ جاتا ہے کہ وہ اپنا ووٹ کسے دے اس صورتحال کو دلاور فگار اپنی ایک نظم میں بیان کرتے ہیں:

کوئی کہتا ہے تم کو ووٹ دینا ہے ترازو کو
کوئی کہتا ہے پاور فل بناؤ بائیں بازو کو
کوئی کہتا ہے آؤ تم کو گھوڑے پر بٹھاؤں میں
کوئی کہتا ہے تم کو سائیکل پر چھوڑ آجاؤں میں
کوئی کہتا ہے آجاؤ میری چھتری کے سائے میں
میں تم کو چھوڑ آؤں گا سیاست کی سرائے میں
کوئی کہتا ہے حقہ بھر گیا ہے دم لگا لیجئے
کوئی کہتا ہے اک عینک ہی کم سے کم لگا لیجئے
سمجھ رکھا ہے یاروں نے کہ میں بالکل ہی اندھا ہوں
میں اپنا ووٹ کس کو دوں(۳۹)

الیکشن کے ساتھ ساتھ لیڈری اور لیڈر شپ کی خصوصیات کے بارے میں دلاور فگار اپنی نظم "لیڈر شپ" میں لکھتے ہیں:

ایک بوڑھے فلسفی نے کل کہی مجھ سے یہ بات
آبتاؤں میں تجھے کیا لیڈری کی ہیں صفات
ایک نکتہ تین، نکتے ، چار نکتے ، دس نکات
لیڈری نے خوب چن چن کے بنائے مسکرات
خود نہیں پٹتی مگر اوروں کو پٹواتی ہے یہ
جب کہیں جلسہ ہو الگوادیئے دو چار ہاتھ
لیڈری کا حافظہ کمزور ہو جاتا ہے جب
ٹھیک کر دیتے ہیں اس کو ماہرین نفسیات
لیڈری جوش جنوں میں یوں نکلتی ہے کبھی
جیسے عاشق کا جنازہ جیسے مجنوں کی برات

سوشلسٹک ویوز بھی رکھتی ہے اکثر لیڈری
اور اسلامی بھی ہو سکتے ہیں اس کے نظریات
یہ مسلمان ہو کے بھی کہتی ہے خود کو سوشلسٹ
اشترا کی ہو بھی بڑھتی ہے راہ نجات
لیڈری کے مختلف رخ مختلف رد عمل
لیڈری نار جہنم ، لیڈری آب حیات
یہ رموز مملکت تیری سمجھ میں آئیں کیا
یہ سیاست ہے نہیں فاعلاتن فاعلات
لیڈری کی سینکڑوں قسمیں اصولی طور پر
لیکن ان میں سے بہت مشہور ہیں قسمیں یہ سات
فی سبیل اللہ مادر زاد ، تنہائی پسند
اشتہاری، انقلابی، مستقل اور بے ثبات(۴۰)

سقوط ڈھاکہ کا واقعہ پاکستان کی سیاسی تاریخ میں ایک خونچکاں باب ہے اس واقعے نے ہمارے تعلیم یافتہ اور عام آدمی کے دلوں کو بہت دکھی کیا، اس واقعے پر جہاں دیگر شعراء اور ادیبوں نے لکھا جن میں سب سے اہم اور مشہور نظم فیض صاحب کی ہے "ہم کہ ٹھہرے اجنبی" ہے۔ وہاں دلاور فگار نے بھی اس پر ایک غزل لکھی۔ اس کے چند اشعار یوں ہیں:

دین ادھارہ گیا ایمان آدھا رہ گیا
پھر تعجب کیا جو پاکستان آدھارہ گیا
وہ سمجھتا تھا کہ یہ بھی اشرف المخلوق ہے
آدمی کو دیکھ کر شیطان آدھا رہ گیا
ناپ کر دیکھا تو قد میں کچھ درازی آگئی
تول کر دیکھا تو ہر انسان آدھا رہ گیا(۴۱)

دلاور فگار نے عوامی مسائل کو بھی اپنی شاعری کے ذریعے اجاگر کیا وہ ایسے لیڈروں اور سیاست دانوں سے نالاں نظر آتے ہیں جو صرف تقریریں کرتے ہیں اور عوام کو کچھ نہیں دیتے۔ وہ ایک قطعہ "بھاشن" میں لکھتے ہیں:

گرانی، مفلسی، بے روز گاری، قحط، بیماری
یہ فتنے کیا ہماری موت کا کاشن نہیں دیتے

مگر یہ بے عمل لیڈر ، یہ ناکارہ سیاست دان
فقط بھاشن دیئے جاتے ہیں اور راشن نہیں دیتے(۴۲)

مہنگائی بے روزگاری، معیشت کی خرابی روپے کی قدر میں کمی اس کے علاوہ ڈیزل اور پیٹرول کی قیمتوں میں اضافہ یہ شروع ہی سے ہمارے سماجی مسائل رہے ہیں اس صورتحال کو فگار اپنے دو قطعات میں اس طرح بیان کرتے ہیں:

سگنل یہ رو کاروک کے بولا کوئی گدا
روپے کی قدر گر گئی بے حد و بے حساب
روپے میں بھیک دئے کے نہ شرمندہ کیجئے
ڈالر عطا کریں کہ زیادہ ملے ثواب
کل اک گدھے نے کہا ایک کار والے سے
مجھے یہ ڈر ہے کہ انجن نہ تیر اجل جائے
یہ کار یوں تو نہیں چل سکے گی بے پیٹرول
مجھی کو کار میں جو تو کہ کار چل جائے (۴۳)

اسی طرح طرح فرقہ واریت بھی ہماری معاشرے کی جڑوں کو کھوکھلا کر رہی اس کو یوں بیان کرتے ہیں:

تفرقہ سے پھوٹ وہ پیدا ہوئی اسلام میں
قلعہ اسلام اب ملک عجائب ہو گیا
تفرقہ در تفرقہ در تفرقہ تقسیم ہے
اس قدر فرقے بنے اسلام غائب ہو گیا(۴۴)

دلاور فگار کی شاعری کا بنیادی مقصد معاشرے میں موجود برائیوں کی اصلاح تھا۔ اس بارے میں انور سدید لکھتے ہیں:

"طنز و مزاح کے جن اماثل سے اکبر الہ آبادی نے فائدہ اُٹھایا، انہیں اماثل سے دلاور فگار نے بھی استفادہ کیا۔ اکبر الہ آبادی نے اتنی ندرت پیدا کی ناہمواری آمنے سامنے کھڑی کر دی جائے تو حقیقت سے ہٹی ہوئی ناہمواری دلاور فگار نے اپنی انفرادیت کا رنگ جمایا، مثال کے طور پر تضاد اور عدم لطابق ہنسی کو بے ساختہ تحریک دیتے ہیں، یہ تضادات معاشرتی رسول و رواج ہوں یا انفرادی طور پر کسی شخص کے

عادات و خصائل میں ہوں ، لیکن جیسے مسکراہٹ خیز ثابت ہوتی ہے۔''(۴۵)

دلاور فگار نے اردو ادب کو اس صنف میں اکبر الہ آبادی کے بعد سنجیدگی عطا کی ان کی خوبی یہ ہے کہ وہ معاشرے کے چھپتے ہوئے مسائل کو قہقہوں کا لباس عطا کرتے ہیں۔ دلاور فگار جہاں ہمارے اپنے معاشرے کی کوتاہیوں پر طنز کرتے ہیں۔ وہاں کا ان کا دل عالمی مسائل کے حل کے لیے بھی دھڑکتا ہے مسئلہ فلسطین ہو یا کشمیر عالمی انصاف کے ٹھیکے داروں کے منہ پر طمانچہ ہے اسرائیل جب چاہتا ہے فلسطینیوں کے گھروں پر بمباری شروع کر دیتا ہے اور وہاں کے مسکینوں میں سے کچھ مر جاتے ہیں اور باقی بچ جانے والے بے گھر ہو جاتے ہیں:

گھروں کے ملبہ پر بیٹھے ہوئے بچے فلسطینی
یہ کہہ کر بین کرتے ہیں اب استبداد دشمن پر
نشیمن پھونکنے والے ہماری زندگی یہ ہے
کبھی روئے کبھی سجدے کئے خاک نشیمن پر(۴۶)

دلاور فگار جہاں سماجی اور سیاسی مسائل کو اپنی طنزیہ و مزاحیہ شاعری کا موضوع بناتے ہیں وہاں وہ ملک کی نظریاتی سرحدوں کی حفاظت بھی کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ ہمارے ہاں کچھ لوگ قائد اعظم پر تنقید کرتے ہیں کہ سارا قصور قائد اعظم کا ہے اس لیے ملک کا یہ حال ہے اس کا جواب دلاور فگار اپنی ایک نظم ''قائد اعظم کا جواب'' کے عنوان سے دیتے ہیں:

کل مزار قائد اعظم پر کوئی حیلہ ساز
کہہ رہا تھا آپ نے یہ بھی کیا کیا بندہ نواز
انقلاب آتے ہی چھوٹا ہو گیا سب سے بڑا
ہم کو آزادی کا یہ سودا بہت مہنگا پڑا
قائداعظم نے سن کر یہ شکایت یوں کہا
ناقد ، نافہم نازیبا ہے یہ شکوہ تیرا
میں نے کشتی دی ہے پاکستان جس کا نام ہے
غرق کرنا یا چلانا اب تمہارا کام ہے
میں نے مسجد دی اب اس میں عبادت تم کرو
کارواں میں نے دیا اب قیادت تم کرو
کارواں والے ہی ہو جائیں جو بالکل بے شعور

آپ ہی کہیے میر کارواں کا کیا قصور
یہ زمیں دے دی ہے میں نے اس کو تم خود کیجئے
ملک کی خاطر یہ محنت کم سے کم خود کیجئے(۴۷)

پاکستانی معاشرہ تیزی سے مادیت پسندی کا شکار ہو تا جارہاہے ہمارے ہاں نمود و نمائش پر کھانے پینے پر بے تحاشہ پیسے اڑائے جاتے ہیں لیکن علم وادب اور کتاب بینی کا کلچر ہمارے معاشرے میں ختم ہو تا جارہاہے۔ اسی صورتحال کو دلاور فگار ایک نظم لکھتے ہی، اس کے چند اشعار:

کل اک وزیر کے والد نے اک بیان میں کہا
کہ علم کا وہ چوتھا شوق اب ہمیں نہ رہا!
کیا رپورٹ میں یونیسکو نے یہ اظہار
کتاب سے نہیں ہم کو کباب سے ہے پیار
حساب خرج کا یہاں ہے فی کس کچھ ایسے
کباب ۱۳ روپے اور کتاب ۹ پیسے
سنی یہ بات تو بولا کوئی کباب پرست
کہ کیا کباب بھی کھائے نہ قوم سیخ بدست
حقائق اپنی جگہ اچھے خواب اپنی جگہ
"کتاب" اپنی جگہ ہے "کباب" اپنی جگہ(۴۸)

دلاور فگار کے بارے میں ولی بخش قادری لکھتے ہیں:

" فگار کا مزاج خوشدلی اور خوش مذاقی پر مبنی ہوتا ہے اور ان کے طنز میں تہذیب نفس اور وشنی طبع کی نمود ملتی ہے وہ تنگ نظر قطعی نہیں ہیں۔ بلکہ ایسے احساسات اور افکار کے اعتبار سے ترقی پسند ہی کہلائیں گے وہ چھوٹی اقدار کی قلعی کھولتے ہیں اور کم نگاہی کے شاکی ہیں انہوں نے تلخانہ حیات کے گھونٹ سے ہیں اور اپنی دنیا آپ پیدا کی ہے ان کی شاعری میں ان کی زندگی کا ہر توصاف جھلکتاہے ان کی طبیعت تصنع اور تکلفات سے دور بھاگتی ہے۔"(۴۹)

ڈاکٹر فرمان فتح پوری دلاور فگار کی شاعری میں موجود سیاسی اور سماجی مسائل کے بارے میں لکھتے ہیں:

"دلاور فگار عہد حاضر کے ان ظرافت نگاروں میں سے تھے جنہیں باشعور وباخبر شاعر کہنا چاہیے۔ اس لیے کہ ظرافت نگاری یا طنز نگاری سنجیدہ شاعری سے مشکل ترشئے ہے۔ اعلیٰ درجے کی طنز نگاری کے لیے ضروری ہے کہ شاعر اپنے گردوپیش کی ساری سماجی وسیاسی ہلچل کو محسوس کر کے ناہمواری اور اجتماعی شعور کو اپنے ذاتی شعور کا جز بنا سکتا ہو۔"(۵۰)

ہمارے معاشرے میں جاگیر دار اور سرمایہ دار انسانوں کا احساس اس قدر نہیں کرتے جتنا وہ اپنے پالتو جانوروں کا رکھتے ہیں، ان کی نظر میں ان کے مزارعے اور عام عوام کی حیثیت ان سے بھی کم ہے ایسی ہی ایک خبر پر تبصرہ کرتے ہوئے دلاور فگار لکھتے ہیں:

"جس میں سندھ کے مشہور سیاست دان کا لنگور مر جاتا ہے اور وہ اُس وقت بیرون ملک تھے انہوں نے اپنے آنے تک لنگور کی تدفین روک دی تھی۔

آئے تھے جو اس ملک میں قربانیاں دے کر
اچھا تھا نام اور مشہور ہی ہوتے
تدفین تو اس شہر میں اعزاز سے ہوتی
ہم پیر پگاڑا تیرے لنگور ہی ہوتے(۵۱)

یہ ہمارے معاشرے کی ایک بھیانک تصویر ہے کہ امیروں کے لنگور بھی پروٹوکول سے دفنائے جاتے ہیں جبکہ غریبوں کی لاشیں بے گوروکفن دفنائی جاتی ہیں۔ ہمارے ہاں کرپشن کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ ہمارے حکمران ملک سے ایک چیز اتنی مقدار میں بر آمد کرتے ہیں کہ اس چیز کی ملک میں قلت ہو جاتی ہے اور پھر دوبارہ اسی چیز کو در آمد کرتے ہیں اور کمیشن کھاتے ہیں اسی صورتحال پر فگار ایک نظم "ہماری بر آمدات" میں لکھتے ہیں:

کچھ اور تو کرتے نہیں سرکار بر آمد
ہوتے ہیں مکانات سے ہتھیار بر آمد
کل رات تلاشی جو ہوئی بیگ کی مرے
اس میں سے ہوئی اک پھٹی شلوار بر آمد
ڈر یہ ہے کہ جل جائے نہ خود میرا ہی سینہ
ہو جائے نہ اک آہ شرربار بر آمد
بازار یہ لنڈا ہے جہاں ملتی ہے اترن

امریکہ کو کر دیجئے یہ بازار برآمد
افسوس کہ پھر اس کو در آمد کیا ہم نے
جو پیاز ہوئی ملک سے اک بار برآمد

اسلام تو اب ہے میرے ملک میں لیکن
سب ہو گئیں اسلام کی اقدار برآمد(۵۲)

ہمارے سماج میں ایک بڑا مسئلہ امن و امان اور زندگی کی بنیادی ضروریات کی کمی کا ہے۔اس کو موضوع بناتے ہوئے فگار لکھتے ہیں:

میں نے کہا شہر کے حق میں دعا کرو
اس نے کہا کہ بات غلط مت کرو
میں نے کہا رات سے بجلی بھی بند ہے
اس نے کہا ہاتھ سے پنکھا جھلا کرو
میں نے کہا شہر میں پانی کا قحط ہے
اس نے کہا کہ پیپسی کولا پیا کرو
میں نے کہا کار ڈکیتوں نے چھین لی
اس نے کہا اچھا ہے پیدل چلا کرو(۵۳)

ہمارے پاکستانی سماج میں جہاں ہم الگ الگ قومیتوں اور فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں وہاں ہم اپنے مذہبی تہواروں پر بھی متفق نہیں ہوتے یہ ہمارے ملک کی بدنصیبی ہے کہ ہم اس قدر تقسیم ہو چکے ہیں ہر عید الفطر کے موقع پر ہمارے ملک میں دو عیدیں ہوتی ہیں اس صورت حال کو دلاور فگار موضوع بناتے ہوئے لکھتے ہیں:

ریڈیو نے دس بجے شب کے خبر دی عید کی
عالموں نے رات بھر اس نیوز کی تردید کی
ریڈیو کہتا تھا سن لو کل ہماری عید ہے
اور عالم کہتے تھے یہ غیر شرعی عید ہے
دو دھڑوں میں بٹ گئے تھے ملک کے سارے عوام
اس طرف سب مقتدی تھے اس طرف سارے امام
بیٹا کہتا تھا کہ کل شیطان روزہ رکھے گا

باب بولا تیرا ابا جان روزہ رکھے گا
بیٹا کہتا تھا میں سرکاری افسر ہوں جناب
روزہ رکھوں گا تو مجھ سے مانگا جائے گا جواب
باپ کہتا تھا پھر یوں بام پر ایمان کے چڑھ
روزہ بھی رکھ اور روزہ میں نماز عید پڑھ
آج کتنا فرق فل اسٹاپ اور کامے میں تھا
باپ کا روزہ تھا، بیٹا عید کے جامے میں تھا
اختلاف اس بات پر بھی قوم میں پایا گیا
چاند خود نکلا تھا یا جبرا نکلوایا گیا[۵۴]

ہمارے ملک کی سیاسی تاریخ میں سیاست دانوں کی جہاں چالبازیاں اور جھوٹے وعدے مشہور ہیں وہاں ان کی وفاداریاں بدلنے کا چلن بھی عام ہے سیاست دانوں کی انہیں حرکتوں کی وجہ سے عوام ان سے بدظن ہیں۔

دلاور فگار وفاداریاں بدلنے والے سیاستدانوں کے بارے میں لکھتے ہیں کہ وہ کس طرح جمہوریت کا نام بدنام کرتے ہیں:

ملی تھی راہ میں جمہوریت کل
جو میں نے خیریت پوچھی تو رو دی
کہا اس نے میں ہوں ایسی عمارت
بڑی عزت تھی میری اب سے پہلے
مگر لوٹوں نے لٹیا ہی ڈبو دی[۵۵]

کسی بھی معاشرے کی ثقافت اس کی پہچان ہوتی ہے لیکن جب عوام اپنی ثقافت اور اقدار کو چھوڑ کر دوسرے معاشرے کی ثقافت کی نقالی کریں گے تو اس مثل کے مصداق ٹھہریں گے کہ کوا چلا ہنس کی چال اپنی بھی بھول گیا۔

اس نقالی کو دلاور فگار اپنے چند اشعار میں یوں بیان کرتے ہیں:

میں شیروانی میں پھنسی ، تو بیل باٹم پر مرا
میں مرد ہوں، عورت ہے تو، کوئی نہیں خواجہ سرا
میں تو سمجھی تھی کہ ہے تعلیم زیور تیرا
دیکھا تو اک چمپا کلی پہنے تھا کل دیور ترا[۵۶]

تسلیم اللہ غوری دلاور فگار کی طنز نگاری کے بارے میں لکھتے ہیں:

"طنز نگاری معاشرے کا سرجن ہوتا ہے وہ اپنے تخیل کی پرواز اور قلم کی نوک سماج میں رائج بد عنوانیوں کا بے رحمی سے اس طرح آپریشن کرتا ہے جس طرح جراح کسی موذی پھوڑے کا، فگار مرحوم میں یہ خوبی تھی کہ وہ سماج کی نس کو ایک طبیب کی طرح پکڑتے تھے اور اس کے مرض کا تدارک اپنے تخیل اور افتادِ طبع سے کرتے تھے، یہ ان کی شہرت کی خاص وجہ تھی۔"(۵۷)

ہمارے ہاں انقلاب لانے کے دعوے ہر کوئی کرتا ہے لیکن حقیقی انقلاب کوئی نہیں لانا چاہتا اور نہ ہی معاشرے کے افراد کی سوچ کو بدلے بغیر انقلاب لایا جاسکتا ہے۔

انقلاب کے حوالے سے فگار لکھتے ہیں:

انقلاب کہتے ہیں ماہیت بدلنے کو
یہ نہیں کہ تبدیلی ربیریٹ ہو جائے
کون ایسی حالت میں روکے گا کرپشن کو
اینٹی کرپشن جب خود کرپٹ ہو جائے(۵۸)

دلاور فگار نے ہمارے معاشرے کے لیڈروں کے نفسیات کا بہت خوب تجزیہ کیا ہے کہ کس طرح سے وہ ہمارے نوجوانوں کو انقلاب کا لالچ دے کر ان کو آپس میں لڑواتے ہیں اقتدار کے اس کھیل میں کئی نوجوانوں کی زندگیوں کے چراغ گل ہو جاتے ہیں۔ فگار ایک نظم بہ عنوان "لیڈروں کے کام آیا خون رائیگاں اپنا" میں لکھتے ہیں:

لیڈروں کے کام آیا خون رائیگاں اپنا
بن گئے محل اُن کے بک گیا مکاں اپنا
آپ پانچ سو پچپن شوق سے پئیں لیکن
میری ناک سے ہٹ کر چھوڑیئے دھواں اپنا(۵۹)

جمیل الدین عالی دلاور فگار کے فن کے بارے میں لکھتے ہیں:

"دلاور فگار ایک ممتاز اور بڑے طنز و مزاح نگار شاعر تھے۔ یہ کہتے ہیں کہ کوئی شامل نہیں کہ وہ غزل کے بھی اچھے شاعر تھے۔ انہوں نے ظرافت کے حوالے سے کبھی ذاتی طنز نہیں کیا لیکن سماجی تنقید میں وہ بہت سخت تھے۔ اپنے عصر کی برائیوں کی عکاسی اسی تنقید میں شامل

تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کی تنقید ایک طرح کی سیاسی و معاشی تاریخ کا حصہ ہے۔"(۶۰)

ہمارے سماج میں جہاں ہم بہت سے تفرقات کا شکار ہیں۔ وہاں ہمارے معاشرے میں تفرقے کی ایک بڑی وجہ لسانیت بھی ہے ہم ایک دوسرے کو اس وجہ سے بھی نفرت کی نگاہ دیکھتے ہیں کہ وہ ہماری زبان نہیں بولتا لہٰذا وہ ہم سے کوئی الگ مخلوق ہے اس کو فروغ دینے میں جہاں ہمارے سیاستدانوں کا ہاتھ ہے وہاں ڈکٹیٹرز کا بھی ہاتھ ہے اس وجہ سے فسادات ہوئے ہیں، خاص طور پر کراچی میں سندھی بولنے والوں اور مہاجر اردو بولنے والوں کے درمیان نفرتیں پیدا کی گئی ہیں۔

اس حوالے سے نگار لکھتے ہیں:

زبان کا مسئلہ ہے یاز ہاں جو مسئلو آہئے
یہ کچھ اہل سیاست جو سیاست جو مشغلو آہئے
نہ چھوڑو عقل جو دامن کہ نازک مرحلو آہئے
اسے تسلیم کر لو وقت کا جو فیصلو آہئے
اگر ہم نے آج اپنا بٹوارہ زبانوں میں
ہماری داستان تک نہ ہوگی داستانوں میں
بہار لالہ و گل امتحاں ہے اپنے دامن جو
حسین انداز موسم جو سٹھو ماحول گلشن جو
بدل دوا اپنی قوت سے ارادو اپنے دشمن جو
کہیں ہم پہ نہ ہنس نکلے اجالو اپنے آنگن جو
نواں سورج ہے اب سائیں نو میں ہے آپ کرن اپنی
نئے انداز سے اب ہم سجائیں انجمن اپنی
ذرا سی بات پر ناحق یہ بلوہ ہے یہ بلو ہے
کسی کا لفظ جلوہ ہے کسی کا لفظ جلو ہے
کرو کچھ شکر ادا رب جو کہ حاصل من وسلو ہے
اب اس گلزار سے حاصل وہ حلوہ ہے کہ حلوو ہے
نہ پوچھ اے بھائی مجھ سے اب نہ تو کھے کہڑو گھر آہے
اساں جی ایک منزل ایک سب کی رہگزر آہے
ہوا چلنے لگی ہے یوں سر گلزار نفرت جی

علامت بن گیا ہے پر گل بے خار نفرت جی
نہ تھی اس باغ میں پہلے فضا ہموار نفرت جی
نہ جانے کس نے بنوادی یہاں دیوار نفرت جی
سب کچھ بھی سہی اب اس فضا کو ختم کرنا ہے
اسانکھے ساتھ جینا ہے اسانکھے ساتھ مرنا ہے(۶۱)

ہمارے سماج میں موجود سماجی برائیوں میں جہاں جھوٹ، غیبت اور منافقت پائی جاتی ہیں وہاں لسانیت بھی ایک بڑی سماجی برائی ہے۔ دلاور فگار نے اس کو بھی اپنی شاعری کا موضوع بنایا ہے۔

دلاور فگار کے بارے میں مرزا اسلم بیگ لکھتے ہیں:

"ان کا ہر شعر ان کے تجربے کی بھٹی میں پک کر جب باہر نکلتا ہے تو اس کے ایک ایک لفظ کے پیچھے جذبے کی شدت اور شخصیت کی بلندی کار فرما ہوتی تھی اور ایسی شگفتہ تحریر کے روپ میں قاری کے سامنے آتا ہے جسے بے اختیار پڑھنے کو جی چاہے اور جتنی بار پڑھیں لفظ و معنی اتنی ہی تہیں قاری کے سامنے کھلتی جائیں اور ایسے میں اگر کوئی غور کرنے بیٹھ جائے تو معاشی ناہمواری طبقاتی کش مکش اور سماجی عبارت ایک ایسے آئینے سے دوچار ہو کہ جس میں زندگی کی وہ تصویر نظر آئے جس سے آنکھیں ملانے کی ہر کس و ناکس کے بس کی بات نہیں۔"(۶۲)

دلاور فگار نے بلاشبہ اکبر الہ آبادی کے اس صنف سخن کو سنجیدگی عطا کی دلاور فگار کی خوبی یہ ہے کہ وہ معاشرے کے چھتے مسائل کو قہقہوں کا لباس عطا کرتے ہیں اور اپنے طنز سے مسائل کو اجاگر بھی کرتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مزاح نگاری ایک مشکل کام ہے جہاں ذرہ برابر بھی غلطی کی گنجائش نہیں ہوتی اس مشکل صنف میں قدم رکھنا اور اس خوبی سے نبھانا کہ ہر ایک اس سے داد لینا بڑی ہنرمندی کا کام ہے۔

دلاور فگار نے اپنی شاعری میں سیاسی و سماجی اور تاریخی حوالوں کو اپنی شاعری کا موضوع بنایا دلاور فگار معاشرے کی ہر خامی اور کوتاہی ہر طنز کرتے ہیں اور اس کے ساتھ سیاسی معاملات پر ہمیں ان کا شعور دکھائی دیتا ہے۔

دلاور فگار نے جہاں اپنی شاعری سے لوگوں کے چہروں پر مسکراہٹ بکھیرنے کی کوشش کی وہاں انہوں نے سیاسی سماجی معاملات پر بلا جھجک طنز کے نشتر برسائے۔ انہوں نے بلا خوف نہ صرف سماجی مسائل کو اجاگر کیا بلکہ اس کے ساتھ سیاستدانوں کو ان کی طرز سیاست کو

طنز کا نشانہ بنایا دلاور فگار چونکہ ملکی سیاست ہر گہری نظر رکھتے تھے اور ان کے سامنے واضح نقطۂ نظر تھا اس لیے انہوں نے اپنے ملک کی سیاست اور سیاست دانوں پر گہری چوٹ کی، حالانکہ ان کے چند دوستوں نے انہیں سیاست سے دور رہنے کا مشورہ بھی دیا لیکن وہ ڈٹے رہے۔

دلاور فگار سماجی و سیاسی معاملات پر طنز تعمیری پہلو رکھتا ہے اس تعمیری جذبے کے تحت دلاور فگار نے طنز و مزاح دونوں سے کام لیا، ان کے بارے میں انور سدید لکھتے ہیں:

> "دلاور فگار نے سیاست کی پامال راہوں پر خلق خدا کو سیاست گزیدہ دیکھا لیڈر ان کرام قوم کی لنگوٹی ہیں بھاگ کھیل رہے تھے انہوں نے ایک چہرے پر کئی نقاب چڑھائے ہوئے تھے اور ان کی حرکت زندگی کا مذاق اڑا رہی تھی۔"(۶۳)

دلاور فگار نے کھل کر سیاست دانوں کی نااہلیوں اور ان کی منافقت کو بیان کیا اس کے علاوہ سماجی رویوں پر بھی بہت شاندار لکھا کہ کہاں ہمارے سماجی رویوں کی وجہ سے ہمارا معاشرہ ترقی نہیں کر رہا۔ اس کے علاوہ تاریخی واقعات کو بھی دلاور فگار نے اپنی شاعری کا موضوع بنایا۔ سید ضمیر جعفری دلاور فگار کی شاعری کے بارے میں لکھتے ہیں:

> "اس کی شاعری، پاسے کے سونے کی طرح لشکتی ہوئی شاعری ہے۔ ان کے فن کا صرف چہرہ ہی روشن نہیں ہوتا۔۔۔ اردو کا کوئی مزاح نگار شاعر میرے علم میں نہیں جو مقدار میں اتنا اور معیار میں اتنا اعلیٰ کلام چھوڑ گیا ہو۔ دلاور فگار نے شعری مزاح کو جو سانولی لطافت اور ایک انوکھا ذائقہ دیا وہ اسی کا حصہ ہے۔ اس کا فن مشکل سے مشکل بات کو سہل سے سہل پیرائے میں ادا کرنے کا فن ہے جو بڑی ریاضت اور جانکاہی کے بعد کسی کسی کو نصیب ہوتا ہے۔"(۶۴)

کلیم اختر صاحب دلاور فگار کے بارے میں رقمطراز ہیں:

> "حقیقت یہ ہے کہ دلاور فگار کے ہم عصروں میں عظیم و ممتاز مزاح نگار موجود ہیں اور ان سے اپنے آپ کو منوانا واقعی ایک بری بات ہے اور سچی بات ہے کہ دلاور فگار کا کلام فنی اور علمی دونوں اعتبار سے معیاری اور تخلیقی ہے اور وہ بات کو بڑی برجستگی سے بیان کر جاتے ہیں چونکہ بنیادی طور پر تخلیق کار ہیں۔ اس لیے ان کی شاعری حقیقت سے بہت قریب ہے۔"(۶۵)

دلاور فگار کی شاعری کی مندرجہ بالا حوالوں سے واضح ہوتا ہے کہ دلاور فگار نے ہر شعبہ زندگی پر بے لاگ لکھاوہ سماجی معاملات ہوں سیاسی ہوں یا پھر تاریخی انہوں نے ان کی خامیوں ہر اچھے انداز میں طنز کیاان کی شاعری کے مندرجہ بالا حوالوں سے ان کا سیاسی، سماجی اور تاریخی شعور واضح ہوتا ہے۔وہ بلاشبہ اکبر ثانی کہلانے کے مستحق ہیں۔

حوالہ جات

1. دلاور فگار، کلیات دلاور فگار، انگلیاں فگار اپنی، فرید پبلشرز، اردو بازار، کراچی ۲۰۱۵ء، ص: ۳۹
2. ایضاً، ص: ۵٦
3. ایضاً، ص: ۵۸
4. انور مسعود، ظرافت (دلاور فگار نمبر)، ماہنامہ، شمارہ اگست،۱۹۸۸ء، ص: ۳۸
5. دلاور فگار، انگلیاں فگار اپنی، ص: ۵۹
6. ایضاً، ص: ٦۳
7. گلزار جاوید، از دلاور فگار مشمولہ ''ظرافت'' ماہنامہ، جلد: ۲، شمارہ نمبر ۴، ص: ۸
8. دلاور فگار، انگلیاں فگار اپنی، ص: ٦۴
9. ایضاً، ص: ٦٦
10. ایضاً، ص: ٦٧
11. ایضاً، ص: ۸۳
12. ایضاً، ص: ۸۸
13. ایضاً، ص: ۹۳
14. انور سدید، دلاور فگاریاں، سوانح، تحقیق و تنقید، فرید پبلشرز، اردو بازار، کراچی، ۲۰۱۵ء، ص:۱۰
15. دلاور فگار، انگلیاں فگار اپنی، ص: ۱۱۸
16. ایضاً، ص: ۱۲۴
17. انور سدید، دلاور فگاریاں، سوانح، تحقیق و تنقید، فرید پبلشرز، اردو بازار، کراچی، ۲۰۱۵ء، ص: ٦
18. دلاور فگار، انگلیاں فگار اپنی، ص: ۱۳۰
19. انور سدید، ظرافت کا تاجدار، دلاور فگار، مشمولہ: ''مجلہ بدایوں'' (دلاور فگار نمبر)، فرید پبلشرز، کلیات دلاور فگار
20. دلاور فگار، مطلع عرض ہے، پیش لفظ، سفر تمام ہوا، ص: ۱۵۳

21. ایضاً، ص: ۱۶۵
22. دلاور گار، چراغ خنداں، کلیات دلاور فگار، اردو بازار، کراچی، ۲۰۱۵ء، ص: ۱۱
23. دلاور فگار، مطلع عرض ہے، ص: ۱۶۷
24. ایضاً، ص: ۱۸۵
25. ایضاً، ص: ۱۹۰
26. سرفراز شاہد، اردو مزاحیہ شاعری، اکادمی ادبیات، اسلام آباد، اکتوبر ۱۹۹۱ء، ص: ۲۲۷
27. دلاور فگار، مطلع عرض ہے، ص۲۱۷
28. انور سدید، دلاور فگاریاں، سوانح، تحقیق و تلفظ، ص:۹۷
29. دلاور فگار، مطلع عرض ہے، ص: ۲۲۰
30. دلاور فگار، کلیات دلاور فگار، فرید پبلشرز اردو بازار، کراچی، ۲۰۱۵ء، ص: ۲۲۹۔۲۳۱
31. ایضاً، ص: ۲۴۰
32. ایضاً، ص: ۲۴۴۔۲۵۸
33. ایضاً، ص: ۲۶۵
34. ایضا، ص:۲۸۰
35. کلیم اختر، جہانِ ظرافت، مقبول اکیڈمی، لاہور، ۱۹۹۰ء، ص: ۳۱۳
36. دلاور فگار، مطلع عرض ہے، ص: ۲۸۷
37. ایضاً، ص: ۲۸۸
38. انور سدید، دلاور فگاریاں، سوانح، تحقیق و تلفظ، ص:۱۱
39. دلاور فگار، مطلع عرض ہے، ص: ۳۳۵
40. ایضاً، ص: ۳۵۱
41. دلاور فگار، کلیات دلاور فگار، فرید اردو بازار، کراچی، ص: ۳۶۶
42. ایضاً، ص: ۳۷۰
43. ایضاً، ص: ۳۹۶
44. ایضاً، ص: ۴۰۵
45. انور سدید، دلاور فگاریاں، سوانح، تحقیق و تلفظ، ص: ۱۲
46. دلاور فگار، خدا جھوٹ نہ بلوائے، ص: ۴۷۳
47. عبداللہ ولی بخش قادری، دیباچہ آداب عرض کلیات دلاور فگار، اردو بازار، کراچی، ۲۰۱۵ء، ص:۶
48. دلاور فگار، کلیات دلاور فگار، ص: ۲۸۶

49. دلاور فگار، کہا سنا معاف کلیات دلاور فگار، فرید پبلشرز، اردو بازار، کراچی، ۲۰۱۵ء، ص:۵۵۲

50. ایضاً، ص: ۵٦۵

51. ایضاً، ص: ۵۷۰

52. ایضاً، ص: ٦۱۲

53. ایضاً، ص: ٦۳۲

54. ایضاً، ص: ٦۵۹

55. ایضاً، ص: ٦۷٦

56. دلاور فگار، فی سبیل اللہ، مکتبہ ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی، ص: ۱۳

57. تسلیم اللہ غوری، مجلہ، بدایوں، شمارہ ۱۹۰، اکتوبر ۱۹۹۸ء، ص: ۱٦

58. دلاور فگار، فی سبیل اللہ، ص: ۸۰

59. انور سدید، دلاور فگاریاں، سوانح، تحقیق و تنقید، ص: ۲۲۱

60. جمیل الدین عالی، مجلہ بدایوں (دلاور فگار نمبر)، ص: ۱۲۰

61. دلاور فگار، کلیات دلاور فگار، فص: ۱۸٦

62. سلیم بیگ، مرزا، مشمولہ: ظرافت (دلاور فگار نمبر)، ماہنامہ، ص: ۸۹

63. انور سدید، دلاور فگاریاں، سوانح، تحقیق و تلفظ، ص: ۸۲

64. ضمیر جعفری، سید، مشمولہ: ظرافت (دلاور فگار نمبر) ماہنامہ، ص: ۱۳

65. کلیم اختر، جہانِ ظرافت، مقبول اکیڈمی، لاہور، ۱۹۹۰ء، ص: ۳۱۳